اسلام میں زکوۃ کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کی شرعی حیثیت
(ایک تجزیاتی مطالعہ)

محمد شہباز منج*
محمد جمیل احمد**

موجودہ دور میں ریاستوں کے نظام اور ان کی ترقی وخوشحالی میں معیشت کا کردار نہایت ہی بنیادی ہے۔جس ریاست کی معیشت مضبوط نہیں وہ کسی میدان میں مشکل ہی کوئی کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔معیشت کی مضبوطی ریاست کی خاطر خواہ آمدنی پر منحصر ہے، ریاست کی آمدنی کا ایک نہایت اہم ذریعہ ٹیکس یا محصولات ہیں۔ٹیکسوں کا نظام کوئی نئی چیز نہیں۔یہ عرصہ قدیم سے رائج چلا آرہا ہے۔قدیم یونان اور روم میں زیر استعمال اشیا پر ٹیکس عائد کیا گیا۔درآمدی ٹیکس کو ملکی مصنوعات پر حاصل ہونے والے ٹیکس سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی۔ہنگامی حالات میں جائیداد پر بھی عارضی ٹیکس لگایا جاتا تھا۔اسلام جس قسم کی ریاست تشکیل دیتا ہے،اس میں شہریوں کی بنیادی معاشی ضروریات کی فراہمی حکومت کا ایک لازمی فریضہ ٹھہرتی ہے۔گویا معاشی تناظر میں جدید فلاحی ریاست جس چیز کی ذمہ دار ہے،اسلامی ریاست بدرجہ اولی اس کی ذمہ دار ہے۔اس لحاظ سے اسلامی ریاست جدید فلاحی ریاست سے زیادہ فلاحی ہے۔چنانچہ اسلامی ریاست نے بھی اپنے ذرائع آمدن پر بھرپور توجہ دی ہے۔اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن میں بھی محصولات یا اس نوعیت کی سرکاری وصولیاں ہمیشہ سے نہ صرف ضروری سمجھی گئی ہیں، بلکہ اس حوالے سے باقاعدہ قانون سازی کی گئی ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اسلام سے قبل رعایا محصولات کے بھاری بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔اسلام نے انہیں اس مصیبت سے نجات دلائی اور ٹیکسوں کا انتہائی سادہ ، آسان اور عام فہم نظام متعارف کروایا۔اسلامی معاشیات میں محصول وصول کرنے کے کا مقصد صرف حکومتی اخراجات کی تکمیل نہیں بلکہ غریبوں ، بے روزگاروں، اپاہجوں اور مقروضوں وغیرہ کی دستگیری بھی ہے۔

ذیل کی سطور میں مقصود اس بات کا جائزہ ہے کہ اسلامی ریاست کا نظامِ محصولات کیا اور کس نوعیت کا

* اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ اسلامیات،یونیورسٹی آف سرگودھا،سرگودھا،پاکستان۔
** ،لیکچرر،شعبہ اکنامکس،گورنمنٹ کالج قائدآباد،خوشاب،پاکستان۔

ہے؟ کتاب وسنت،صحابہ تابعین اور،متقدمین ومتاخرین علما کی فکر اوران کا عمل اس ضمن میں کیا رہا ہے؟ کیا اسلامی ریاست زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس عائد کرنے کا حق رکھتی ہے؟ نیز یہ کہ آج کے دور میں ٹیکس کے حوالے سے ایک اسلامی ریاست کا رویہ اور لائحہ عمل کیا ہونا چاہیے اور یہ چیز کس طرح ایک جدید فلاحی اسلامی ریاست کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے میں مددگار ہوسکتی ہے؟

محصول/ٹیکس کا مفہوم:

زیرِنظر موضوع پر گفتگو کے ضمن میں مختصراً یہ جاننا ضروری ہے کہ ٹیکس سے مراد یا اس کا مفہوم ومطلب کیا ہے؟اس حوالے سے جب ہم ماہرین کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں اس کی متعدد تعریفات ملتی ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار ٹیکس کو compulsory levies for general governmental purposes.(1) سے تعبیر کرتا ہے۔انسائکلو پیڈیا آف سوشل سائنسز میں ٹیکسیشن کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> Taxation is a general concept for devices used by governments to extract money on other valuable things from people and organizations by uses of law.(2)

پروفیسر ڈالٹن کے مطابق:

''محصول وہ لازمی مطالبہ ہے جوحکومت کی جانب سے رعیت پر عائد کیا جاتا ہے''۔(۳)

اصطلاح میں ٹیکس کا اطلاق اس رقم پر ہوتا ہے جوحکومت ملکی ضروریات کے لیے مختلف شکلوں میں لوگوں سے وصول کرتی ہے۔ اگر رعایا مقررہ وقت پر ٹیکس ادا نہ کرے تو حکومت اس کے خلاف قانونی کاروائی کرتی ہے۔(۴)

قرآن حکیم اورمحاصل:

اسلامی ریاست کی اجتماعی فلاحی سکیموں اور منصوبوں کے لئے اسلام کے مالیاتی نظام میں دس، بارہ ذرائع آمدن رائج رہے ہیں۔ اسلامی ریاست ان ذرائع کے علاوہ جو ہنگامی ٹیکس عائد کرتی ہے،فقہاے کرام نے ان ٹیکسوں کوضرائب ونوائب کا نام دیا ہے۔اورضرائب ونوائب کا ثبوت متعدد آیاتِ قرآنی سے ملتا ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ(الروم۳۰:۳۸)

''اورقرابت داروں اورمسکین اور مسافر کے تم پر جوحق واجب ہیں وہ ادا کرو۔''

وَفِیۡۤ اَمۡوَالِھِمۡ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالۡمَحۡرُوۡمِ (الذاریات ۵۱:۱۹)

''اوران کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔''

وَ یَسۡئَلُوۡنَکَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ قُلِ الۡعَفۡوَ (البقرہ:۲:۲۱۹)

''اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ کہہ دیجیے: جوضرورت سے زائد ہو۔''

سورۃ البقرہ کی اس آیت کے ضمن میں ڈاکٹر محمد محمود حجازی (۵) لکھتے ہیں:

''ایک عادل مسلمان حکمران ملک کے مالدار مسلمان پر زکوۃ کے علاوہ مالی ذمہ داری عائد کرسکتا ہے۔''(۶)

امام فخر الدین رازی (۷) اپنی تفسیر مفاتیح الغیب میں اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

''مالدار لوگوں پر محتاجوں کی ضروریات کے لئے خرچ کرنا واجب ہے اگر چہ وہ زکوٰۃ ادا کر چکے ہوں اگر وہ مالدار ایسا نہ کریں تو ان سے زبردستی لینا واجب ہے۔''(۸)

امام قرطبی (۹) اپنی تفسیر میں سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کو مالی ضرورت درپیش ہوتو زکوٰۃ کے علاوہ بھی ان پر خرچ کرنا واجب ہے۔''(۱۰)

محاصل اور احادیث وآثار:

محاصل یا ہنگامی ٹیکسوں کے حوالے سے جن احادیث وآثار سے استدلال کیا جاتا ہے،ان میں سے بعض یہ ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ تیرے مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔''(۱۱)

فاطمہ بنت قیسؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''بے شک تمہارے مالوں میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔''(۱۲)

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ آپؐ نے مختلف اموال کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہم میں سے کسی کا ضرورت سے زائد مال میں کچھ حصہ نہیں۔(۱۳)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے اغنیا کے مالوں میں اس قدر فرض کر دیا ہے جو ان کے فقرا کی کفالت کر سکے پس اگر فقرا، بھوکے یا ننگے یا خستہ حال ہوں تو اس کا سبب یہی ہے کہ اغنیا اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی برت رہے ہیں۔(۱۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے روز بہت سے مالدار غریبوں کی وجہ سے مصیبت میں پڑ جائیں گے۔ یہ غریب لوگ اللہ کے دربار میں فریاد کریں گے: اے ہمارے رب مالدار لوگوں نے ہمارے وہ حقوق ادا نہیں کئے جو ان کے ذمہ تھے۔'' (۱۵)

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ اس وقت دنیا میں جو افلاس اور بھوک کی لعنت ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ مالدار لوگ اپنی مالی ذمہ داریاں پوری نہیں کرتے، حالانکہ مالدار لوگوں کا مذہبی اور اخلاقی فرض ہے کہ وہ ضرورت مندوں کی حاجات پوری کریں۔ (۱۶)

اسلامی نظامِ محاصل کا تاریخی پس منظر:

اسلامی ریاست کے نظامِ محاصل کا پس منظر جاننے کے لیے حسب ذیل ادوار کے نظام ہائے محاصل سے متعلق معلومات کا حصول ناگزیر ہے:

۱۔ دورِ رسالت مآبؐ۔ ۲۔ خلفائے راشدین کا دور۔ ۳۔ عہدِ بنو امیہ۔ ۴۔ عہدِ بنو عباس۔

۱۔ دورِ رسالت مآبؐ کا نظامِ محاصل:

نبی کریمؐ نے اپنی بعثت کے بعد بیک جنبشِ قلم تمام ظالمانہ نظاموں کا خاتمہ کر کے ان کی جگہ اسلام کا عادلانہ اور منصفانہ اقتصادی نظام رائج فرمایا، اور رعایا کے ساتھ ہونے والے ہر قسم کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی جبر کا خاتمہ فرما دیا۔ جب فتوحاتِ اسلامی کا سلسلہ وسیع ہوا اور کثیر تعداد میں مالِ غنیمت حاصل ہوا تو اسلام کے نظامِ مالیات اور نظامِ محاصل کی بنیاد پڑی۔

اسلامی ریاست میں سرکاری خزانہ کو بیت المال کا نام دیا جاتا ہے۔ بیت المال کی بنیاد حضورؐ کے مبارک ہاتھوں سے پڑی۔ مختلف ذرائع سے جو دولت بیت لمال میں آتی تھی وہ فوراً مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ اس میں جزیہ، خراج، فے، مالِ غنیمت، زکوٰۃ، عشر وغیرہ کی آمدنی شامل ہوتی تھی۔

ڈاکٹر حمید اللہ (۱۷) کے بقول:

''حکومت کی آمدنی کی نگہداشت بھی ضروری تھی اور یہ کام حضرت بلالؓ کے سپرد تھا جو مؤذن بھی تھے اور وزیرِ خزانہ بھی۔'' (۱۸)

نبی کریم کے عہد مبارک میں اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن میں زکوٰۃ، عشر، جزیہ، خراج، فے، مالِ غنیمت، اوقاف، صدقاتِ نافلہ، قرضِ حسنہ اور اموالِ فاضلہ وغیرہ شامل تھے۔

۲۔خلفائے راشدین کے عہد میں نظامِ محاصل:

خلفائے راشدین کے دور میں وہی نظام محاصل رائج رہا جو آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں رائج تھا۔تاہم اسلامی حکومت کی سرحدیں وسیع وعریض ہو چکی تھیں اور اسلامی ریاست کے ذرائع آمدن کئی گنا بڑھ گئے تھے۔ امام ابو یوسفؒ(۱۹) مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں پہلے سال مال کی تقسیم میں ہر شخص کو سات درہم جب کہ دوسرے سال فی کس بیس درہم حصہ ملا۔(۲۰) حضرت عمرؓ کے عہد میں جب عراق فتح ہوا تو آپ نے مفتوحہ زمین مجاہدین میں تقسیم کرنے کی بجائے بیت المال کی ملکیت قرار دے کر سابقہ کاشتکاروں کے پاس رکھ کر ان پر خراج عائد کر دیا۔(۲۱) حضرت عمرؓ نے تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ مقرر کی۔نیز جو تاجر دوسرے ممالک سے آتے ان پر عشور عائد کیا۔س کی شرح دارالحرب کے تاجروں کے لیے۱۰ فیصد ذمیوں کے لیے ۵ فیصد اور مسلمانوں کے لیے اا ڑھائی فیصد تھی۔۲۰۰ درہم قیمت سے کم مال پر عشور معاف تھا۔(۲۲) حضرت عمرؓ کے دور میں ۱۵ ہجری میں جب بحرین کا خراج ۵ لاکھ درہم آیا تو آپ نے بیت المال کی باقاعدہ بنیاد رکھی اور عبداللہ بن ارقم کو اس کا نگران بنایا۔(۲۳)

۳۔عہدِ بنوامیہ کا نظامِ محاصل:

امویوں میں سے خلفیہ عبدالملک بن مروان نے کچھ مالی اصلاحات کرنے لی کوشش کی۔(۲۴) عبدالملک بن مروان نے الجزیرہ کے علاقہ کے لوگوں کی آمدنی اور اخراجات کی تفصیلات معلوم کیں اور ان پر ان کی سالانہ بچت کے برابر سالانہ محصول عائد کیا جو کہ چار دینار بنتا تھا۔(۲۵) حضرت عمر بن عبدالعزیز سے قبل کے خلفائے بنوامیہ نے عوام پر بے رحمانہ ٹیکس عائد کئے اور بیت المال کی رقم کو ذاتی اخراجات کے لئے استعمال کیا۔ مولانا مودودی(۲۶) نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ایک فرمان میں ان ناجائز ٹیکسوں کی تفصیل دی ہے۔(۲۷) اموی دور میں جن علاقوں میں خوارج کو غلبہ حاصل تھا وہ رعایا سے زبردستی زکوٰۃ وعشر اور دیگر محاصل وصول کر لیتے تھے۔علمانے اس وقت یہ فتویٰ دیا کہ حکومت دوبارہ رعایا سے محاصل وصول نہیں کر سکتی ،ریاست کو محاصل وصول کرنے کا حق تب ہے جب وہ رعیت کی حفاظت کرے۔(۲۸)

۴۔عہدِ بنوعباس کا نظامِ محاصل:

۱۳۲ھ میں خلافت بنوامیہ سے بنوعباس کو منتقل ہوئی۔خلافت عباسیہ میں بھی سابقہ نوعیت کا نظامِ محاصل رائج رہا۔حکومت کی آمدنی کا اہم ذریعہ زکوۃ،عشر،خراج، جزیہ وغیرہ تھے۔ابوجعفر منصور نے کچھ مالی اصلاحات کیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد کچھ لوگوں نے سرکاری زمینیں پھر ذاتی ملکیت میں لے لیں تو خلفیہ منصور نے یہ زمینیں دوبارہ سرکاری ملکیت میں دے دیں۔(۲۹) خلیفہ منصور کے بیٹے المھدی نے نظام خراج میں کئی بنیادی

تبدیلیاں کیں۔ اس نے خراج بالمساحۃ کی بجائے خراج بالمقاسمہ رائج کیا اور اس کی نئی شرحیں مقرر کیں۔(۳۰) مھدی کے بعد ہارون الرشید خلیفہ بنا تو امام ابو یوسف سے محصولات کی شرح کے متعلق رائے طلب کی۔آپ نے پوری کتاب ''کتاب الخراج'' لکھی کر پیش کر دی، خلیفہ نے ان تمام سفارشات کو نافذ کر دیا۔(۳۱)

زکوٰۃ کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کے جواز اور عدم جواز کی بحث:

ٹیکس کے جواز اور عدم جواز کے متعلق علمائے اسلام اور محققین کے دو گروہ ہیں۔ علما کا ایک گروہ زکوٰۃ وعشر کے علاوہ اسلامی ریاست کو ضرورت پڑنے پر محصول وصول کرنے کا اختیار دیتا ہے۔ جب کہ علما کا دوسرا طبقہ زکوٰۃ و عشر کے علاوہ کسی اور ٹیکس کے جواز کا قائل نہیں اور ٹیکسوں کو خلافِ شرع تصور کرتا ہے۔ذیل میں ہم ان دونوں مکاتب فکر کے علما کی آرا کا مطالعہ وتجزیہ پیش کریں گے۔

ٹیکس کے عدم جواز کے قائل علما کا نقطہ نظر:

بعض محققین اور علمائے کرام زکوۃ وعشر کے علاوہ دیگر محصولات ،جو حکومت کی طرف سے عائد کئے جاتے ہیں، کو غیر شرعی تصور کرتے ہیں ۔یہ اپنے موقف کے حق میں مختلف احادیث سے استدلال کرتے ہیں ۔مثلاً ایک حدیث میں ہے:

اِذَا اَدَّیۡتَ زَکوٰۃَ مَالِكَ فَقَدۡ قَضَیۡتَ مَاعَلَیۡكَ (۳۲)

''جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو جو تجھ پر فرض تھا تو نے پورا کر دیا۔''

امام ترمذی نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ نے زکوٰۃ کا ذکر فرمایا تو ایک شخص نے عرض کیا:ھَلۡ عَلَیَّ غَیۡرُھَا'' کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی کچھ فرض ہے۔'' آپؐ نے فرمایا:لَا اِلَّآ اَنۡ تَطَوَّعَ(۳۳) ''نہیں،سوائے اس کے کہ تو رضا کارانہ طور پر دینا چاہے۔''ایک اور جگہ ارشاد ہے:

لَیۡسَ فِیۡ الۡمَالِ حَقٌّ سِوَی الزَّکوٰۃِ (۳۴)

''مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کچھ اور فرض نہیں۔''

ٹیکس کے عدم جواز کے قائل اہل علم میں الماوردی شعرانی اور شوکانی وغیرہ ایسے بڑے بڑے صاحب علم شامل ہیں۔ماوردی متذکرہ صدر حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لَا یَجِبُ عَلیَ الۡمُسۡلِمِ فِیۡ مَالِہٖ حَقٌّ سِوَاھَا (۳۵)

''مسلمان کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی مالی حق فرض نہیں۔''

امام شعرانی کا کہنا ہے:

''علمائے اسلام کا اس امر پر اجماع ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں۔''(۳۶)

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

لَیۡسَ عَلَیۡھِمۡ غَیۡرُ الزَّکوٰۃِ مِنۡ الضَّرائِبِ وَالۡمَکۡسِ وَنَحۡوِھَا۔ (۳۷)

''ان پر زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور ٹیکس اور اس کی مثل واجب نہیں۔''

ٹیکس کے عدم جواز کے قائلین نے قائلین جواز کے استدلالات کی تردید بھی کی ہے۔مثلاً جواز کے قائل علما اپنے موقف کے حق میں ایک روایت یہ پیش کرتے ہیں :اِنَّ فِیۡ الۡمَالِ حَقٌّ سِوَی الزّکوٰۃِ (۳۸)''مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔'' لیکن قائلین عدمِ جواز اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے رد کرتے ہیں۔مثال کے طور مولانا فضل الرحمٰن نے لکھا ہے:

''امام ترمذی نے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ ''مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے۔'' والی روایت کی سند درست نہیں کیونکہ اسکے راوی ابوحمزہ میمون الاعور کو ضعیف کہا گیا ہے۔امام احمد نے ابوحمزہ میمون کے بارے میں کہا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔امام دارقطنی اور امام بخاری نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔''(۳۹)

علامہ ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

یُحۡتَجُّ بِحَدِیۡثٍ یُرۡوٰی عَنۡ فَاطِمَۃُ بِنۡتِ قَیۡسٍ اَنَّ النَّبِیُ ﷺ قَالَ فِیۡ الۡمَالِ حَقٌّ سِوَی الزّکوٰۃِ وَھٰذا ضَعِیۡفٌ لاَ یُثۡبُتُ عَنۡ الشّعۡبِیُ وَلاَ عَنۡ النَّبِیِ ﷺ وَلَیۡسَ فِیۡ الۡمَالِ حَقٌّ سِوَی الزَّکوٰۃِ۔(۴۰)

''اور اس بارے میں حضرت فاطمہ بنت قیس کی اس حدیث سے دلیل لائی جاتی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا:''مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔''لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔نہ شعبی سے اور نہ ہی رسول اللہؐ سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ مال میں زکوٰۃ کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں۔''

علامہ علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی (التوفی ۹۷۰ھ) نے نقل کیا ہے:

اِنَّ تَمَامَ اِسۡلَامِکُمۡ وَاِنۡ تُؤَدُوۡا زَکوٰۃَ اَمۡوَالِکُمۡ ۔(۴۱)

''تمہارا اسلام کو پورا کرنا یہ ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔''

یعنی زکوۃ کی ادائیگی کے بعد ایک مسلمان مالی فریضہ سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔اس پر کوئی مزید مالی فریضہ واجب نہیں رہتا۔ علامہ سرخسی کا موقف ہے:

''یہ حکم تو اس زمانہ کے لئے تھا کیونکہ اس وقت مصیبت اور جہاد میں اعانت ہوا کرتی تھی اور ہمارے زمانے میں تو اکثر ٹیکس ظلم سے لئے جاتے ہیں۔پس جس شخص کے لئے ممکن ہو اپنی ذات سے ظلم کو دور کرے تو وہ اس کے حق میں بہتر ہے۔''(۴۲)

علامہ سرخسی نے نہ صرف محاصل کو ظلم قرار دیا ہے بلکہ مسلمانوں کو ابھارا ہے کہ وہ خود بھی محصولات ادا نہ کریں،اور جو ظلم کا علانیہ مقابلہ کر سکتے ہوں،انہیں چاہیے کہ ان جانبازوں کا ساتھ دیں اوران کی مالی مدد کریں،جو ظالم حکمرانوں کا مقابلہ کر رہے ہوں۔(۴۳)

امام غزالی لکھتے ہیں:

''اگر یہ پوچھا جائے کہ خراجی زمینوں پر مزید محاصل عائد کرنا مصالح کے تحت آتا ہے تو ہم یہ جواب دیں گے کہ جب لشکر کے پاس بکثرت مال موجود ہوتو ایسا کرنے کی گنجائش نہیں۔''(۴۴)

مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

''اگر کوئی حاکم اپنی ذاتی عیاشیوں کے لئے لوگوں پر ٹیکس عائد کرتا ہے تو یہ ایک حرام فعل ہے اور عام کو اس قسم کے ٹیکس ادا نہیں کرنے چاہئیں۔''(۴۵)

ٹیکس کے عدم جواز پر دیگر لوگوں نے بھی کافی کچھ تحریر کیا ہے۔(۴۶)

ٹیکس کے جواز کے قائل علما کا موقف:

اسلامی ریاست کا مقصود ایک ایسے فلاحی معاشرے کا قیام ہے جس میں تمام افراد کی ضروریاتِ زندگی کی تکمیل ہو سکے۔ ہر فرد کو لباس،خوراک اور رہائش کی سہولیات میسر ہوں،نیز مستحق افراد کی ضروریات کی تکمیل معاشرہ کے مخیّر حضرات کی اجتماعی ذمہ داری بھی بنتی ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر زکوۃ وعشر کی رقوم سے معاشرہ کے ضرورتمند افراد کی ضروریات کی تکمیل ممکن نہ ہوتو کیا اسلامی حکومت دیگر ٹیکس عائد کر سکتی ہے؟ علما کی ایک جماعت اس نوعیت کے ٹیکسوں کو''ضرائب ونوائب'' کے ذیل میں لاتے ہوئے جائز قرار دیتی ہے۔ان کے مطابق ان کا ثبوت درج ذیل نصوص سے ملتا ہے:

فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ (الروم۳۰:۳۸)

''اور قرابت والوں اور مسکین اور مسافر کے جو حق تم پر واجب ہیں وہ ادا کرو۔''

وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات۱۹:۵۱)

''اوران کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔''

وَ یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ ۲:۲۱۹)

''اور وہ آپؐ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپؐ کہہ دیجیے: جوضرورت سے زائد ہو۔''

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ السَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ (البقرۃ۲:۱۷۷)

''اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیروں اور سوال کرنے والوں کواور گردنیں چھڑانے میں دیا۔''

وَالَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۔ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (المعارج ۷۰: ۲۴،۲۵)

''اور وہ جن کے مال میں ایک معلوم حق ہے سوال کرنے والے اور محروم کے لیے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا:

فِیْ الْمَالكَ حَقٌّ سِوَی الزَّکوٰۃ۔ (۴۷)

''تیرے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں۔''

ترمذی کی ایک روایت ہے:

اِنَّ فِیْ الْمَالِ حَقٌّ سِوَی الزَّکوٰۃ۔(۴۸)

''بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق (فرض) ہے۔''

حضرت علی بن ابی طالب سے منقول ہے:

اِنَّ اللّٰه تَعَالیٰ فَرَضَ عَلیٰ الْاَغْنِیاءِ فِیْ أَمْوَالِهِمْ بِقَدْرِ مَایَكْفِیْ فُقَرَائِهِمْ فَأِنْ جَاءِ وُا أوْعَرَوُا أوِجْهَدُوْا فَبِمَنْعِ الْاَغْنِیَاء (۴۹)

''بے شک اللہ تعالیٰ نے اصحابِ دولت پر اس قدر مال کی ادائیگی کو فرض قرار دیا ہے جو ان کے فقرا اور حاجت مندوں کی حاجت کو کفایت کر سکے، پس اگر لوگ بھوکے ننگے اور خستہ حال ہیں تو اس کی وجہ یہی ہوگی کہ اصحابِ دولت نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔''

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک سفر میں وہ نبی کریمؐ کے شریک سفر تھے، ایک آدمی اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا جس آدمی کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو وہ ایسے شخص

کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو اور جس کے پاس فاضل توشہ ہو وہ اس آدمی کو دے دے جس کے پاس توشہ نہ ہو۔آپ نے مختلف اموال کا ذکر کیا یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ ہم میں سے کسی کا ضرورت سے زائد مال میں کچھ حصہ نہیں۔(۵۰)

حضرت ابو ہریرہؓ اور بہت سے دیگر صحابۂ کرام کا یہی نظریہ ہے کہ ہنگامی حالات میں اسلامی ریاست زکوٰۃ وعشر کے علاوہ دیگر محصولات عائد کرسکتی ہے۔فقہاے کرام میں سے عطابن ابی رباح، امام شعبی، طاؤس، حماد بن سلمہ، ابن حزم، امام ابو یوسف، امام ابوعبید القاسم بن سلام کا بھی یہی مذہب ہے۔(۵۱)

اگر بیت المال خالی ہو اور خزانہ میں روپیہ نہ ہو یا مصارف کے مقابلہ میں آمدنی کم ہو اور ساتھ ہی ہنگامی حادثے پیش آجائیں تو امام مصلحتِ عامہ کی خاطر اہل مملکت پر ہنگامی محاصل عائد کرسکتا ہے۔حضرت عمرؓ نے صحابۂ کرام کے مشورہ سے محصولِ درآمد اور جنگل میں چرنے والے گھوڑوں پر محصولِ زکوٰۃ عائد کیا تھا، اور آپ نے سمندر کی پیداوار عنبر پر خمس عائد کیا۔حضرت علیؓ نے جنگلات اور تالابوں کی مچھلیوں پر محصول عائد کیا۔(۵۲)

جنگ تبوک کے موقع پر جب زکوٰۃ وعشر عائد کیے جا چکے تھے، ناگہانی طور پر رقم کی ضرورت پڑی، آپ ﷺ نے مسلمانوں سے مزید رقم طلب فرمائی۔اس موقع پر حضرت عمرؓ نے گھر کا نصف سامان اور حضرت ابو بکر صدیقؓ نے گھر کا تمام اثاثہ پیش کیا۔

فقہا کے مطابق مشترکہ نہر کھودنے کے لئے یا پہرہ دار کی اجرت وتنخواہ کے لئے یا لشکر آراستہ کرنے یا جنگی قیدیوں کو چھڑانے کے لئے یا اس کے سوا دیگر واقعی ضروری امور سے متعلق عائد کیے جانے والے ٹیکس بالاتفاق جائز ہیں۔(۵۳)

علامہ ابن ہمام کی رائے میں ایسے نئے محصول کی ادائیگی صاحب استطاعت مسلمان پر واجب ہے کیونکہ حاکمِ وقت کی اطاعت ایسے امر میں واجب ہے جس میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔(۵۴)

ابن حزم نے لکھا ہے کہ کفالت عامہ کے لئے اگر زکوٰۃ اور فے کی آمدنی کافی نہ ہو تو مالدار افراد پر مزید محاصل عائد کئے جائیں گے۔امام شاطبی نے مزید محاصل عائد کرنے کے مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ان کا خیال ہے کہ بیت المال خالی ہے اور فوج کی ضروریات اتنی زیادہ ہیں کہ موجودہ مال اس کے لئے کافی نہیں تو امام کو اس بات کا اختیار حاصل ہے، بشرطیکہ وہ عادل ہو کہ مالدار لوگوں پر اتنے محاصل عائد کردے جن کی آمدنی اس وقت کی ضرورت کے لئے کافی ہو۔(۵۵)

ساتویں صدی ہجری میں اکابر علمانے جن میں ممتاز شافعی فقیہ عزالدین بن عبدالسلام بھی شامل تھے، یہ

فتویٰ دیا کہ اگر بیت المال خالی ہو تو مزید محاصل عائد کر کے مال جمع کیا جا سکتا ہے۔ امام قرطبی کا کہنا ہے کہ جب مسلمانوں پر زکوٰۃ ادا کر چکنے کے بعد کوئی ضرورت آن پڑے تو ان پر مزید مال صرف کرنا واجب ہے۔(۵۶)

امام مالکؒ کی رائے ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ فدیہ ادا کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کرائیں، خواہ ایسا کرنے میں ان کا سارا مال خرچ ہو جائے۔(۵۷)

امام غزالی نے بھی ایک جگہ کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جب لشکر کے پاس مال نہ ہو اور ملک کے عام خزانہ میں بھی اتنا مال نہ ہو جس سے لشکر والوں کی تنخواہوں اور دوسرے مصارف کو پورا کیا جا سکے تو امام کے لئے جائز ہے کہ مالداروں سے لشکر کی ضرورت کے مطابق مالِ محاصل کے ذریعہ وصول کرے۔(۵۸)

شمس الائمہ امام سرخسی ایک جگہ لکھا ہے:

> ''اگر بیت المال میں مال نہ ہو اور مسلمانوں کے دفاع کے لئے لشکر تیار کرنے اور اسے سامان جنگ فراہم کرنے کی ضرورت پیش آ جائے تو امام کو اختیار ہے کہ اس مقصد کے لئے جتنے مال کی ضرورت ہو وہ لوگوں پر محصول عائد کر کے وصول کرے۔(۵۹)

سید قطب لکھتے ہیں:

> جب زکوٰۃ سے ریاست کی ضروریات پوری نہ ہوں تو حاکم کے ہاتھ بندھے ہوئے نہیں، بلکہ اسلام نے ایک امامِ عادل کو ملک کے سرمایہ داروں پر ٹیکس لگانے کے وسیع اختیارات دیئے ہیں، وہ ضرورت کے مطابق ملک کے مالداروں پر ٹیکس لگا سکتا ہے۔(۶۰)

شریعت میں کوئی ایسی ہدایت موجود نہیں جس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ حکومت اجتماعی ضروریات کے لئے کوئی دوسرا ٹیکس نہیں لگا سکتی۔ ضحاک بن مزاحم کے علاوہ کوئی اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ زکوۃ نے ہر دوسرے حق کو منسوخ کر دیا۔(۶۱)

ٹیکس کے حامی اور مخالف علما کی آرا کا تقابلی جائزہ:

فقہاء نے ضرائب ونوائب یعنی ہنگامی ٹیکسوں کی دو اقسام بیان کی ہیں: ۱۔ ایسے محاصل جو مصلحت عامہ کی خاطر جائز طور پر عائد کئے جاتے ہیں۔ ۲۔ وہ محاصل جو ظالم حکمرانوں نے اپنے ذاتی مفاد کے لئے عائد کئے ہوں، اور جن سے مفاد عامہ وابستہ نہ ہو۔

ان محاصل میں بعض تو وقتی اور ہنگامی طور پر عائد کئے جاتے ہیں اور بعض دوامی ہوتے ہیں۔ غرض ایسے

محاصل جو مصلحت عامہ کی خاطر جائز طور پر عائد کئے جائیں انکے متعلق فقہائے کرام کی یہ رائے ہے کہ ان کی ادائیگی ملک کے باشندوں پر فرض ہے۔لیکن ایسے جدید محاصل جن سے عام مفاد وابستہ نہ ہو، کے ادا کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے۔صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: اگر نوائب سے مراد ہمارے زمانے کی طرح کے محاصل ہیں تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے اور منجملہ ان فقہا کے جوان کے جواز کے قائل ہیں ان میں فخر الاسلام علی بزدوی بھی شامل ہیں۔امام علی بزدوی کی رائے یہ ہے کہ اگر سرکاری مطالبہ موجود ہو تو اس کی کفالت صحیح ہو جاتی ہے، خواہ مطالبہ حق ہو یا باطل۔(۶۲)

ماوردی نے جدید ٹیکسوں کے ضمن میں یہ رائے قائم کی ہے کہ حکمران ٹیکسوں کی وصولی میں رعایا کے ساتھ ظلم نہ کریں۔اور رعایا جائز اور مفادِ عامہ کی خاطر لگائے گئے ٹیکسوں میں حکمرانوں کے ساتھ تعاون کریں، آپ نے نہایت بلیغ جملہ کہا ہے:

لِاَنَّ الزیادۃ ظلم فی حقوق الرعیۃ والنقصان ظلم فی حقوق بیت المال۔(۶۳)

’’کیونکہ زیادتی رعایا کے حقوق پر ظلم کرنا ہے اور کمی بیت المال پر ظلم ہے۔‘‘

ہنگامی ٹیکسوں کی ضرورت تین مقاصد کے لئے پیدا ہو سکتی ہے: اولاً یہ کہ شرعی محاصل سے حاصل ہونے والی آمدنی ریاست کے بنیادی فرائض: دفاع، جہاد، تعلیم وتربیت، دعوتِ اسلام، قیام عدل اور کفالت عامہ کے لئے ناکافی ہو؛ ثانیاً اسلامی ریاست کو ملک کی تعمیر وترقی اور اپنے مصارفِ حکمرانی پورے کرنے کے لئے مزید مال کی ضرورت ہو؛ ثالثاً معاشرہ کے اندر غیر مساویانہ تقسیمِ دولت اور عدمِ توازن کے خاتمہ کرنا ہو۔(۶۴)

اس سلسلہ میں ابن حزم کا موقف ہے کہ ہر ملک کے مالدار لوگوں پر فرض ہے کہ اپنے غریبوں کی کفالت کریں۔اگر زکوٰۃ اور فے کی آمدن ان کے لئے ناکافی ہو تو سلطان ایسا کرنے پر مجبور کرے گا۔(۶۵)

متعدد علما نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر بیت المال خالی ہو تو مزید محاصل عائد کر کے مال جمع کیا جا سکتا ہے۔اگر بیت المال میں مال موجود ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں۔علمائے اسلام اس پر متفق ہیں کہ جب مسلمانوں پر زکوٰۃ ادا کر چکنے کے بعد کوئی ضرورت آن پڑے تو اس کے لئے مزید مال صرف کرنا واجب ہے۔امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ فدیہ ادا کر کے اپنے قیدیوں کو آزاد کرائیں خواہ ان کا سارا مال خرچ ہو جائے۔(۶۶)

مزید محاصل کن چیزوں پر عائد کئے جائیں؟ اور مزید مال کس طریقے سے مال داروں سے وصول کیا جائے؟ اس ضمن میں شریعت اسلامی نے اس ہدایت کے سوا کہ: ’’کسی شخص پر اس کی برداشت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے۔‘‘ ہمیں کس بات کا پابند نہیں کیا۔آج کل یہ ٹیکس آمدنی پر، اشیا کی پیداوار یا فروخت پر، اشیا کی درآمد و

برآمد پر، سرمایہ یا جائیداد پر عائد کئے جاتے ہیں۔ اسلامی ریاست عدل وانصاف اور مفادِ عامہ کے اصول کو مدنظر رکھ کر ہنگامی حالات میں عارضی طور پر معینہ مدت کے لئے کوئی بھی ٹیکس عائد کرسکتی ہے۔لیکن یہ ہنگامی ٹیکس اسلامی حکومت اس وقت عائد کرسکتی ہے جب شرعی ٹیکسوں (زکوٰۃ وعشر) اور حکومت کے پیداواری اور دیگر ذرائع سے اس قدر آمدن نہ ہو جو اس کی جائز فلاحی ضرورت کی کفالت کر سکے، نیز جنگ، قحط، سیلاب اور زلزلہ جیسے ہنگامی حالات میں حکومت اغنیا سے مزید ٹیکس وصول کر کے اپنی دفاعی اور کفالت عامہ کی ضرورت پوری کرسکتی ہے۔(٦٧)

خلاصۂ بحث

ٹیکس کی شرعی حیثیت اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر ٹیکسوں کے جواز وعدم جواز کے حوالے سے علما کے حامی و مخالف ہر دو گروہوں کے دلائل کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلامی ریاست ضرورت کے تحت زکوۃ و عشر کے علاوہ بھی ٹیکس عائد کرسکتی ہے۔لیکن اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس ضمن میں اسلامی اخلاقیات کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دے۔اسلام اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتا کہ حکمران رعایا پر کوئی ناجائز ٹیکس عائد کریں یا ان سے ان کی استطاعت سے زیادہ ادائیگی کا مطالبہ کریں۔ یوں اگر دقتِ نظر سے کام لیں تو ٹیکس کے حامی اور مخالفین کی آرا کو باہم تطبیق دی جاسکتی ہے۔مخالفین کی رائے اس اعتبار سے باوزن ٹھرتی ہے کہ زکوۃ وعشر کو اگر ان کی صحیح روح کے مطابق نافذ کر دیا جائے تو دیگر ٹیکسوں کی ضرورت بہت ہی کم رہ جائے۔اور حامیین بھی اس بات کو سخت ناپسند کرتے ہیں کہ حکمران ٹیکس کے جواز کو بہانہ بنا کر اپنی عیاشیوں کے لیے عوام الناس کا خون چوسیں۔جدید اسلامی ریاست میں ٹیکسیشن کے حوالے سے قابل لحاظ چیزیں یہ ہیں: کوشش کی جائے کہ زکوۃ وعشر کا نظام اس طرح سے نافذ العمل ہو کہ حکومت کے تمام اخراجات اس سے پورے ہو جائیں اور عوام الناس دیگر ٹیکسوں کی ادائیگی کی شدید معاشی پریشانی سے بچ جائیں۔ اگر کوئی واقعی صورت درپیش ہو تو دیگر ٹیکس عائد کے جائیں،لیکن ان کا نفاذ امرا اور صاحب حیثیت لوگوں پر ہو،اور غربا و مساکین کو اس سے مستثنیٰ رکھا جائے۔ٹیکس وصولی پر دیانت دار لوگوں کا تعین ہو اور انہیں وصولیوں کے ضمن میں وسیع اختیارات سونپے جائیں،تاکہ جس پر ٹیکس عائد ہو اس سے ادائیگی کو سو فیصد یقینی بنایا جائے۔ جو لوگ معاشی بدحالی یا قحط سالی وغیرہ کا شکار ہو جائیں،انہیں ٹیکسوں میں چھوٹ دی جائے۔ جو اشیا عوام الناس اور غریب لوگ استعمال کرتے ہوں ان پر ٹیکس عائد نہ کیا جائے،اس کے برعکس جو چیزیں امرا استعمال کرتے ہیں ان پر ٹیکس عائد بھی کیا جائے اور اس کی وصولی میں کوئی رو رعایت بھی نہ برتی جائے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) *Encyclopedia Britannica*, Edition 1968,vol 21, P 723.

(2) *International Encyclopedia of Social Sciences*, Edition 1974 vol. 15 P 521.

(3) Dolton,*Principle of Public finance*,London,1940, P.26.3.

(4) For the details regarding the definition of tax, please see:

(i) Bestable, *Public Finance*, Micmillion Company, 1917, Part 3, P.261.

(ii) The *Oxford English Dictionary*, Clarendon press Oxford 1970, Vol XI, P. 119

(iii) *The new encyclopedia Britannica*, London,1974, Vol 17, P. 1076.

(iv) *Encyclopedia of Economics and commerce*,Bath Press Avon Great Britain, 986 P.361.

(v) احمد بن محمد بن علی الفیومی، علامہ، **المصباح المنیر**، بیروت، مکتبہ لبنان، ۱۹۸۷، ص ۱۳۶۔

(vi) ابن منظور، **تہذیب لسان العرب**، بیروت دار صاد، ۱۹۹۰ء، ج ۲، بذیل مادہ ضرب

(vii) احمد شریامی، ڈاکٹر، **المعجم الاقتصادی الاسلامی**، بیروت، دارالجیل، ۱۹۸۱، بذیل حرف الضاد۔

(۵) ڈاکٹر محمد محمود حجازی ۱۹۱۴ء میں پیدا ہوئے، ۱۹۶۸ء میں ڈاکٹریت کیا، آپ نے تفسیر الواضح کے نام سے تفسیر القرآن لکھی. سوڈان کی یونیورسٹی "ام درمان الاسلامیہ" میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔۱۹۷۲ء میں سوڈان میں وفات پائی۔

(۶) محمود حجازی، ڈاکٹر، **التفسیر الواضح**، بیروت، دارالکتب العلمیہ، تفسیر، سورۃ البقرۃ، آیت ۲۱۹۔

(۷) امام فخر الدین رازی رے میں ۱۱۵۰ء میں پیدا ہوئے۔آپ کی تصانیف میں تفسیر الکبیر و مفاتیح الغیب، المحصول فی علم الاصول، معالم اصول الدین، الآیات البینات وغیرہ شامل ہیں۔آپ نے ۱۲۱۰ء میں ہرات میں وفات پائی. (خیر الدین زرکلی، **الاعلام**، بیروت، دارالعلم للملائیین، ۱۹۸۶ء، جز سادس، ص ۲۱۳)

(۸) فخر الدین رازی، **مفاتیح الغیب**، دارالفکر بیروت، ۱۹۹۰ء، ج ۵ تفسیر، سورۃ البقرۃ، آیت ۱۷۷۔

(۹) ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی فرج القرطبی بہت بڑے مفسر تھے۔طلب علم کے لئے مصر کا سفر کیا۔۱۲۷۳ء میں وفات پائی۔آپ کی تصانیف میں تفسیر قرطبی کے علاوہ قمع الحرص بالذهد و القناعة، الاسنیٰ فی شرح اسماء الحسنیٰ، التذکرہ باحوال الموتیٰ واحوال الآخرۃ وغیرہ شامل ہیں۔(خیر الدین زرکلی، الأعلام، دارالعلوم للملائیین، بیروت، ۱۹۸۶ء، ج۲،ص۳۲۲)

(۱۰) قرطبی ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری، **الجامع لاحکام القرآن**، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء، ج۲،تفسیر،سورۃ البقرۃ،آیت ۱۷۷۔

(۱۱) ابوعبیدالقاسم بن سلام، **کتاب الاموال**،قاہرہ،مطبعۃ السّلفیہ،۱۳۵۳ھ،ص۵۷۔

(۱۲) ترمذی،محمد بن عیسیٰ، **سنن ترمذی**،کراچی،قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ،(س۔ن)، کتاب الزکوۃ، ج۱، ص۲۴۰۔

(۱۳) ابن حزم الاندلسی، **المحلی بالآثار**، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۸۸ء۔ ج۶،ص۱۵۸۔

(۱۴) المرجع السابق۔

(۱۵) الھیثمی،نورالدین علی بن ابی بکر، **مجمع الزوائد و منبع النوائد**، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۸۸ء، کتاب الزکوۃ،ص۴۷۔

(۱۶) المرجع السابق۔

(۱۷) ڈاکٹر حمید اللہ ۱۹۰۸ء میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔جامع عثمانیہ سے ایم اے اور ایل ایل بی کی ڈگریاں حاصل کیں۔پھر بون یونیورسٹی (جرمنی) سے ”اسلام کے بین الاقوامی قانون“ پر تحقیقی مقالہ لکھ کر ڈی فل کی ڈگری حاصل کی۔فرانس کے نیشنل سنٹر آف سائینٹفک ریسرچ سے بیس سال وابستہ رہے۔۱۷۵ سے زائد تصانیف اور ایک ہزار سے زائد مقالہ جات تحریر کیے۔۲۰۰۲ میں وفات پائی۔(لطف الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر حمید اللہ :ایک بے مثال محقق، اسلام آباد، ماہنامہ دعوۃ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، مارچ ۲۰۰۳،ص۴۴)۔

(۱۸) حمیداللہ، ڈاکٹر، **خطبات بہاولپور**، لاہور، بیکن بکس قذافی مارکیٹ، اردو بازار، ۲۰۰۵،ص۲۰۱۔

(۱۹) امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم امام ابوحنیفہ کے مشہور اور مایہ ناز شاگرد ہیں۔۷۳۱ء میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔تفسیر،حدیث،فقہ،مغازی،ایام عرب میں ماہرانہ دسترس تھی۔۷۹۸ء میں وفات پائی۔

(۲۰) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، **کتاب الخراج**، قاہرہ، مطبعۃ السّلفیہ،۱۳۷۲ھ،ص۲۵۔

(۲۱) المرجع السابق۔

(۲۲) ابن خلدون،عبدالرحمٰن، **مقدمہ ابن خلدون**، بیروت، دارالفکر، ۱۹۸۹ء،ص۳۸۰۔

(۲۳) المرجع السابق۔

(۲۴) رفیع اللہ شہاب، اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، دسمبر۱۹۷۳ء، ص۵۷۔

(۲۵) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، حوالہ مذکورہ، ص۷۹۔

(۲۶) سید ابو الاعلیٰ مودودی ۲۵ دسمبر۱۹۰۳ میں ریاست حیدر آباد کے شہر اورنگ آباد میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی۔ مشہور تصانیف میں تفہیم القرآن ، الجہاد فی الاسلام، سود، مسئلہ ملکیت زمین، جدید معاشی نظریات وغیرہ شامل ہیں۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۹۸۷ء، ج۲۱، ص۱۴۷)

(۲۷) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، خلافت وملوکیت، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، س۔ن، ص۱۶۲۔

(۲۸) المرجع السابق۔

(۲۹) محمد ضیاء الدین الریس، الخراج فی دولة الاسلامیه، مطبوعہ مصر، س۔ن، ص۳۷۶۔

(۳۰) المرجع السابق۔

(۳۱) ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، حوالہ مذکورہ، ص۷۵۔

(۳۲) ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، س۔ن، کتاب الزکوٰۃ، باب ما جاء اذا ادیت الزکوٰۃ فقد قضیت ما علیک، ج۱، ص۲۵۰۔

(۳۳) المرجع السابق۔

(۳۴) ایضاً، باب ما ادی زکاتہ لیس بکنز، ج۱، ص۱۲۸۔

(۳۵) الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد، الأحكام السلطانيه، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۹۸۰ء، ص۱۱۳۔

(۳۶) الشعرانی، عبدالوہاب، المیزان الکبریٰ، مطبوعہ مصر، ۱۹۶۹ء، ج۲، ص۲۔

(۳۷) الشوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار، بیروت، دارالفکر، س۔ن، ج۸، ص۶۴۔

(۳۸) ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، لاہور، مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، (س۔ن)، کتاب الزکوٰۃ، باب ما جاء اذا ادیت الزکوٰۃ فقد قضیت ما علیک، ج۱، ص۲۵۰۔

(۳۹) فضل الرحمٰن بن محمد، مولانا، ٹیکس کی شرعی حیثیت، سہ ماہی منہاج، اسلامی معیشت نمبر، لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ص۴۱۸۔

(۴۰) ابن العربی، احکام القرآن، مطبوعہ مصر، ج۱، ص۵۹۔

(۴۱) علی المتقی بن حسام الدین برہان پوری، کنزالعمال فی سنن الاقوال والاعمال، حیدرآباد، دائرۃ المعارف، ۱۳۱۲ھ، ج۳، ص۲۴۹۔

(۴۲) ابن ھمام فتح القدیر (شرح ھدایہ) ج۵، ص۴۳۳، کتاب الکفالہ۔

(۴۳) واضح رہے کہ شمس الائمہ امام سرخی کے اس فتوے کی بدولت خاقان نے آپ کو ایک کنویں میں قید کر دیا تھا، جہاں

آپ دس سال سے زیادہ عرصہ تک قید رہے۔اسی قید کے دوران آپ نے اپنے شاگردوں کو''شرح السیر الکبیر'' اور''المبسوط'' جیسی ضخیم کتابیں زبانی لکھوائیں۔امام سرخسی کو قید کرنے کے خلاف ملک میں بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے اور خاقان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا۔(دیکھیے:ابن خلکان،تاریخ ابن خلکان، ج۲،ص۱۳۲،حالات ملک شاہ سلجوک۔)

(۴۴) غزالی،محمد بن محمد،المستصفی من علم الاصول،قم،مطبع امیریہ،س۔ن، ج۱،ص۳۰۳۔

(۴۵) مودودی،سید،ابوالاعلیٰ،اسلامی ریاست، لاہور،اسلامک پبلی کیشنز،ای شاہ عالم مارکیٹ،۱۹۹۰ء،ص۴۹۶۔

(۴۶) مثال کے طور پر ملاحظہ کیجیے:

(i) ابن حزم الاندلسی، المحلی بالاثار، بیروت، دارالکتب العلمیۃ،۱۹۸۸ء، ج۶،ص۱۵۸۔

(ii) ابن ہمام،محمد بن عبدالواحد،فتح القدیر، بیروت، دارالفکر،س۔ن کتاب الکفالۃ، ج۵،ص۳۳۳۔

(iii) عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم الحنبلی،محموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ،ادارۃ المساحۃ،العسکریہ قاہرہ،۱۴۰۴ھ، ج۳۰،ص۳۳۸۔

(iv) علی المتقی بن حسام الدین برہان پوری، کنز العمال فی سنن الاقوال والاعمال،حیدرآباد، دائرۃ المعارف،۱۳۱۲ھ، ج۳،ص۲۴۹۔

(۴۷) ابوعبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال، قاہرہ،مطبعۃ السّلفیہ،۱۳۵۳ھ،ص۵۷

(۴۸) ترمذی،محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی،حوالہ مذکورہ، ج۱،ص۲۶۰۔

(۴۹) ابن حزم الاندلسی،المحلی بالآثار، بیروت، دارالکتب العلمیۃ،۱۹۸۸ء، ج۶،ص۳۵۶۔

(۵۰) المرجع السابق،ص۱۵۸۔

(۵۱) ابوعبید القاسم بن سلام،کتاب الاموال،ص۳۵۷-۳۵۸۔

(۵۲) الماوردی،ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب،الاحکام السلطانیہ،ص۲۰۴،ابویعلی،الاحکام السلطانیہ،ص۲۴۳۔

(۵۳) المرغینانی، برھان الدین،ھدایہ،ج۳،کتاب الکفالہ۔

(۵۴) ابن ھمام،فتح القدیر،(شرح ھدایہ) ج۶،ص۳۲۴،کتاب الکفالہ۔

(۵۵) الشاطبی،ابواسحاق ابراھیم بن موسی بن محمد،الاعتصام،مصر،مطبعۃ المنار،۱۹۱۴ء، ج۲،ص۲۹۵-۲۹۸۔

(۵۶) القرطبی،ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری،الجامع لاحکام القرآن، ج۲،ص۲۴۲۔

(۵۷) المرجع السابق۔

(۵۸) غزالی،محمد بن محمد،المستصفی من علم الاصول،مصر،بولاق، ج۱،ص۳۰۳-۳۰۴۔

(۵۹) السرخسی،شمس الدین،المبسوط، ج۱۰،ص۲۰،کتاب السیر۔

(٦٠) سید قطب، العدالة الاجتماعية فى الاسلام، قاہرہ، دارالشروق، ۱۹۸۱، ص۱۶۰۔

(٦١) مودودی، سید ابوالاعلیٰ، معاشیاتِ اسلام، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۹ء، ص۳۷۱۔

(٦٢) محمد یوسف الدین، ڈاکٹر، اسلام کے معاشی نظریے، حوالہ مذکورہ، ص٦۹٦۔

(٦٣) الماوردی، الاحکام السلطانیہ، ص۱۹۸۔

(٦٤) محمد نجات اللہ، ڈاکٹر، اسلام کا نظریۂ ملکیت، حوالہ مذکورہ، ص۳۰۹۔

(٦٥) المرجع السابق، ص۳۱۰

(٦٦) حمید اللہ، ڈاکٹر، اسلام میں بیت المال کا تصور، سہ ماہی منہاج، اسلامی معیشت نمبر، لاہور، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، شمارہ جنوری تا اپریل، ۱۹۹۲ء، ص۳۷۴

(٦٧) اس ضمن میں مزید تفصیلات کے لیے دیکھیے:

(i) بغوی، شرح السنة، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۹۹۳ء، جز عاشر، کتاب الامارۃ والقضاء۔

(ii) ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق شرح کنز الد قائق، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ، س۔ن، جز ثانی، ص۲۳۱۔

(iii) ذہبی، شمس الدین، کتاب الکبائر، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، س۔ن، ص۱۱۵۔

(iv) محمد بن زنجویہ، کتاب الاموال، ریاض، مرکز الملک فیصل، ۱۹۸٦ء، ج۳، ص۱۲۱٦۔

(v) ابن عابدین، علامہ، ردالمحتار علی الدر المختار، بیروت، دارالفکر، ۱۹٦۳ء، ج۲، ص۳۰۱۔

(vi) یوسف قرضاوی، ڈاکٹر، فقه الزکوٰة، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸٦ء، ج۲، ص۱۱۰۸۔

(vii) یوسف قرضاوی، ڈاکٹر، فقه السنه، بیروت، دارالکتب العربی، ۱۹۸۷ء، ج۱، ص۳٦۷۔

(viii) عبداللہ بن عبدالعزیز المصلح، ڈاکٹر، قیود الملکیة الخاصة، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۸ء، ص۴۷۸۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆